خورشید احمد ندیم

تنقیدی شعور

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

فکر ونظر کی دنیا میں کوئی بات حرفِ آخر نہیں ہوتی۔ یہ غور وفکر کا مسلسل عمل ہے جو کسی سماج کے زندہ ہونے کی علامت ہے۔ اس سے جہاں روایت پر نئی نسل کا ایمان پختہ ہوتا ہے، وہاں اسے یہ موقع ملتا ہے کہ نئے دریافت شدہ حقائق کو بھی اپنے افکار کا حصہ بناتے رہیں۔ تاہم سوچ بچار کا یہ عمل اسی وقت نتیجہ خیز ہوتا اور مثبت ارتقا کو یقینی بناتا ہے جب یہ تنقیدی شعور سے بہرہ مند ہو۔

تنقیدی شعور فکری ارتقا کو ایک نظم کا پابند بناتا ہے۔ اس کے آداب متعین کرتا ہے۔ وہ کسی سیاق وسباق کو پیش نظر رکھتا ہے۔ ناقد کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس پہلو پر تنقید کر رہا ہے۔ سماج بھی تنقید کو اسی تناظر میں دیکھتا ہے۔ لوگوں کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ کسی موقف کو پرکھ سکیں۔ ان پر اس کے مثبت پہلو واضح ہوں اور ساتھ منفی بھی۔ یوں یہ تنقید ایک مثبت عمل بنتی اور معاشرے کو فکری سرمایے سے مالا مال کر دیتی ہے۔ اس سے مکالمے کا کلچر پیدا ہوتا ہے۔ مناظرے کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے، جو تلاش حق سے زیادہ برتری کی منفی نفسیات کو فروغ دیتا ہے۔

یہ تنقیدی شعور دو امور کے تابع ہے: فکری پختگی اور علمی دیانت۔ علم پختہ نہ ہو تو زیر تنقید موقف کی درست تفہیم نہیں ہوتی۔ ناقد تنقید کو سیاق وسباق کا پابند نہیں رکھ سکتا۔ اس طرح تنقید کے نام پر رطب ویابس کا ایک مجموعہ وجود میں آتا ہے۔ اس سے فکری پراگندگی تو پیدا ہو سکتی ہے، نظری ارتقا نہیں۔ دیانت نہ ہو تو تنقید کے نام پر بہت سی ایسی باتیں

زیر تنقید فکر یا شخصیت سے منسوب کر دی جاتی ہیں جو اس کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں ہوتیں۔ بایں ہمہ، ادھوری بات بتائی جاتی ہے اور دوسری باتوں کو چھپایا جاتا ہے۔

تنقیدی شعور اگر پختہ اور آداب کا پابند ہو تو کس طرح فکری ارتقا کا سامان کرتا ہے، مسلمانوں کی علمی روایت اس کی ایک اچھی مثال ہے۔ مسلمانوں کے علمی ذخیرے میں بہت سی روایات ''احادیث پیغمبر'' کے عنوان سے شامل ہیں جو صریحاً قرآن مجید اور عقل سلیم کے خلاف ہیں۔ اسی ذخیرے میں اُن اہل علم کی تحقیق بھی موجود ہے جنھوں نے دلائل کے ساتھ بتایا ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی روایات کا انتساب ثابت نہیں۔ اس کے باوجود ایسی روایات کو پذیرائی ملتی اور وہ مسلسل بیان ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً امام غزالی کی ''احیاء علوم الدین'' ہے۔ اس کتاب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر مسلمانوں کا تمام تر علمی سرمایہ دریا برد ہو جائے اور یہ کتاب محفوظ رہ جائے تو بھی اطمینان رکھنا چاہیے کہ کچھ ضائع نہیں ہوا۔ یہ کتاب بے بنیاد روایات سے مملو ہے۔ اس پر امام ابن تیمیہ کی تنقید موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے ''الاحیاء'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں ان روایات کی کم زوری کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود امام غزالی کے سند سے ایسی روایات مسلسل بیان ہو رہی ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

جدید ذہن کا آدمی جب ایسی روایات کو پڑھتا ہے تو اس کے خانۂ دل میں تشکیک کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔ اہل علم تو اس حقیقت کو پا لیتے ہیں کہ چند روایات کے مشتبہ ہونے سے یہ حقیقت متاثر نہیں ہوتی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دین کا مستقل ماخذ ہے جس کی بنیاد چند راویوں کی سند پر نہیں۔ اس کی اساس امت کے تواتر پر ہے۔ مزید یہ کہ محدثین کی غیر معمولی محنت اور عرق ریزی نے سنگ ریزوں اور جواہر کو اس طرح الگ کر دیا ہے کہ کوئی کم زور بات دین میں جگہ نہیں بنا سکتی۔ سب لوگ، مگر رسوخ فی العلم نہیں رکھتے۔ چونکہ یہ روایات اس کے باوجود مسلسل بیان ہوتی ہیں، اس لیے تشکیک کی کھڑکی بند نہیں ہوتی۔ جب کچھ لوگ اس تنقیدی پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں تو وہ چند کم زور روایات کو بنیاد بنا کر سنت کا بطور ماخذ دین انکار کر دیتے ہیں۔

بیسویں صدی میں اس نقطۂ نظر کو ایک حد تک پذیرائی ملی۔ پاکستان میں غلام احمد پرویز صاحب نے اسے بہت شد و مد کے ساتھ پیش کیا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور بعض دوسرے اہل علم نے اس نقطۂ نظر پر نقد کیا۔ یہ بحث اس تنقیدی شعور کی بہت اچھی مثال ہے جو معاشرے کے مثبت فکری ارتقا کو یقینی بناتی ہے۔ پرویز صاحب کی کتب موجود ہیں۔ مولانا مودودی کی ''سنت کی آئینی حیثیت'' بھی ہمارے علمی ذخیرے کا حصہ ہے۔ حال ہی میں محترم شکیل عثمانی صاحب نے ''جناب غلام احمد پرویز کی فکر کا علمی جائزہ'' کے عنوان سے بعض نادر اور اہم تحریروں کا مجموعہ شائع

کر دیا ہے۔ اس سارے کام نے ہماری علمی روایت کو آگے بڑھایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں فکری پختگی ہے اور بڑی حد تک علمی دیانت بھی۔ میں ان کتابوں کا ذکر نہیں کر رہا جو مناظرانہ اسلوب میں لکھی گئیں۔ اب دین کا ایک طالب علم دونوں اطراف کا موقف جان سکتا ہے اور موضوع زیر بحث کی اچھی طرح تنقیح ہو جاتی ہے۔

غزل اور جواب آں غزل کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، مگر تنقیدی شعور کے بغیر۔ اس سرمایے میں کم تنقید ایسی ہے جو علمی پختگی اور فکری دیانت کا مظہر ہو۔ اس کی ایک مثال استاذ گرامی جاوید احمد صاحب غامدی پر بعض ہم عصروں کی 'جاری' تنقید ہے۔ جاوید صاحب نے کچھ عرصہ پہلے امریکا کا سفر کیا۔ اس دوران میں ایک لیکچر کے اختتام پر لوگوں کے سوالات کے جواب دیے۔ ایک سوال یہ تھا کہ مسلمان معاشروں میں مذہبی انتہا پسندی کے اسباب کیا ہیں؟ انھوں نے یہ اسباب گنوائے اور ساتھ ہی ان کا حل پیش کیا تھا۔ ان میں ایک حل یہ تھا کہ مسلم طلبا و طالبات کو بارہ سال کی وسیع البنیاد تعلیم دی جائے۔ اس کے بعد وہ تخصص کے درجے میں جائیں۔ اس مرحلے میں وہ چاہیں تو ڈاکٹر بنیں اور چاہیں تو عالم دین۔

جاوید صاحب نے اس سوال کے جواب میں جو نتائج فکر پیش کیے، اس کے دلائل انھوں نے تفصیل کے ساتھ اپنے بارہ خطبات میں بیان کیے جو امریکا کے شہر ڈیلس میں دیے گئے۔ انھوں نے پہلے پانچ خطبات میں وہ دلائل بیان کیے جن کی بنیاد پر موجودہ مذہبی فکر کے بارے میں یہ راے قائم کی گئی۔ اس کے بعد سات خطبات میں یہ بتایا کہ وہ اس انتہا پسندی کا جو حل تجویز کر رہے ہیں، اُس کے دلائل کیا ہیں۔ یہ خطبات یوٹیوب پر موجود ہیں۔ ان نتائج فکر پر تنقید ہو سکتی ہے۔ اس کا صحیح طریقہ، مگر یہ ہے کہ پہلے ان دلائل کو رد کیا جائے جن کی بنیاد پر یہ نتائج مرتب کیے گئے ہیں۔ اسی طرح اگر مجوزہ حل کی غلطی کو واضح کرنا مطلوب ہے تو اس کے لیے بھی لازم ہے کہ ان دلائل کو مخاطب بنایا جائے جن پر ان کی اساس رکھی گئی ہے۔

اگر تنقید کے لیے اس طریقے کو اختیار کیا جاتا تو مسلم سماج کا فکری سفر آگے بڑھتا۔ پڑھنے والے کے سامنے دونوں اطراف کے دلائل ہوتے اور یوں اسے راے قائم کرنے میں مدد ملتی۔ اس میں مسلمانوں کا بحیثیت مجموعی بھلا ہوتا۔ اب اس کا اہتمام نہیں۔ مثال کے طور پر جاوید صاحب اس سوال کا جواب دے رہے ہیں کہ مسلم معاشرے میں انتہا پسندی کیسے پیدا ہوئی؟ اس پر تنقید یہ ہو رہی ہے کہ انھوں نے امریکا کی دہشت گردی کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ کیا انھیں جاپان کی دہشت گردی یاد نہیں؟ اسی طرح جب وہ بارہ سال کی وسیع البنیاد تعلیم کا ذکر کرتے ہیں تو اس پر تنقید کرتے وقت کہیں یہ ذکر نہیں کہ اس تعلیم سے ان کی مراد کیا ہے؟ کیا یہ وہی بات ہے جو 'یونیورسل تعلیم' کے ذیل میں

بیان ہوتی ہے؟ کیا ناقد یہ جانتے ہیں کہ کیسے جاوید صاحب اس میں قرآن مجید کی تعلیم کو شامل کرتے ہیں؟

اس وقت اس تنقید کا تفصیلی جائزہ لینا مقصود نہیں۔ صرف یہ واضح کرنا ہے کہ تنقید کا کام کیسے ایک تعمیری سرگرمی بن سکتا ہے اور مسلم سماج کے مثبت ارتقا میں معاون ہو سکتا ہے۔ اگر تنقید کے بنیادی عوامل پیش نظر نہ رہیں تو ایک مفید کام بھی نہ صرف افادیت سے محروم ہو جاتا ہے، بلکہ فکری پراگندگی کا باعث بنتا ہے۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"